دیہی خواتین کے عائلی مسائل اوران کاتدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Domestic issues of women of rural areas and its solution in the light of Islam

Prof: Dr. Ubaid Ahmed *
Abu Sufyan Qazi Furqan Ahmed **
Syeda Oauj Kamal ***

Abstract
Every Society and civilization share the same fate of status of women as the women had not been honored with their required Status which men enjoy in the Society, furthermore, the Urban society has evolved from rural society. So the urbanization did not affect the domestic issues in fact, they remained the same. Pakistani Society worship Dogmatic principles of ignorance relating to domestic issues of women whether rural or urban.When we analyze Pakistani Society we see these rituals like marriage with Quran, Wani, Vatta Satta, Dowry, Free will marriages, Domestic Violence, honor killing, deprivation of women from inheritance are deep rooted issues of our Society. Islam has given special Status to women, We can get rid of these issues by following the true Spirit of Islam.
Keywords: urbanization, dogmatic principles, rituals, domestic violence, honor killing, special Status.

گھر سے معاشرہ تک محیط خواتین کے کردار کو فراموش کرنے والی اقوام اپنی نسلوں کی مثالی تربیت سے نہ صرف محروم رہتی ہیں بلکہ ملکی پیداواری وسائل سے بھی پوری طرح استفادہ نہیں کرپاتیں- نتیجتاً گھر اور معاشرہ دونوں پوری طرح پنپ نہیں پاتے اور جہالت، غربت، اموات، صحت کے مسائل، تشدد یک شخصی فیصلوں اوران جیسے بیسیوں مسائل کا شکار رہتے ہیں-خواتین کے ان دونوں سطح کے کردار کا اگرچہ دنیا بھر میں مکمل طور پر کہیں بھی اعتراف نہیں کیا جاتا لیکن ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک میں اس کردار کے ادراک کی صورتحال یقیناً مختلف ہے-ایسی ہی تقسیم شہری اور دیہی خواتین کے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی سنگینی کے حوالے سے بھی موجود ہیں-خواتین شہری ہو یا دیہی صنفی عدم مساوات کا تو شکار ہیں ہی لیکن دیہی خواتین کی زندگی اکثر ترقی پذیر معاشروں میں جبر مسلسل کا دوسرا نام ہے-

دیہی خواتین کے عائلی مسائل انتہائی سنجیدہ مسائل ہیں جسے ہر دور میں نظرانداز کیا جاتا رہا ہے-زیر نظر مقالہ میں دیہی خواتین کے مسائل کیا ہیں، ان میں سے چیدہ چیدہ مسائل پر ذیل میں روشنی ڈالی جائے گی-یاد رہے یہ وہ عائلی مسائل ہیں جو پاکستان کے ہر دیہات میں پائے جاتے ہیں-اگرچہ نام علاقائی زبان کی وجہ سے تبدیل ہوئے ہوں گے لیکن ان میں عورت کے حقوق کے استحصال کا ایک ہی طریقہ اپنایا گیا ہے جو ہر صوبے کے دیہات میں پائے جاتے ہیں-

(۱) قرآن سے شادی

(۲) ونی کی رسم

* Chairman, Department of Usool Din, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi
** Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat.
*** Research Scholor, Department of Usool Din, University of Karachi.

(۳) وٹے سٹے کا نکاح

(۴) وراثت سے محرومی

(۵) رسم جہیز

(۶) پسند کی شادی

(۷) گھریلو تشدد

(۸) کاروکاری/غیرت کے نام پر قتل

(۱) قرآن سے شادی

دیہی علاقوں میں ایک فرسودہ رسم قرآن سے شادی ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی مگر پھر بھی اس رسم پر عمل کیا جاتا ہے۔اکثر جائیداد کے بٹوارے سے بچنے کے لیے ایک دولت مند لڑکی کی شادی قرآن سے کردی جاتی ہے،اس طرح لڑکی کو اس کی جائیداد سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ ساری عمر کنواری رکھا جاتا ہے۔اپنی جائیداد کو تقسیم سے بچانے کے لیے ہر سال دیہاتوں میں سینکڑوں لڑکیوں کی شادی اب بھی قرآن سے کردی جاتی ہے اور وہ عمر بھر کے لیے زندہ درگور ہو جاتی ہے۔اسلام آباد کی ایک این جی او(NGO) کی رپورٹ کے مطابق اس وقت سندھ میں 500 عورتیں ایسی ہیں جنہیں قران سے شادی کرکے ازدواجی حق سے محروم کردیا گیا۔

اسلامی شریعت میں قرآن کریم سے شادی کا کوئی تصور موجود نہیں ہے کیونکہ شادی کا مقصد حلال طریقے سے جنسی خواہشات کی تکمیل اور نسل انسانی کو بڑھانا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة[1]

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔"

(۲) ونی کی رسم

ونی کی رسم بھی دیہی و قبائلی علاقوں میں عام ہے۔دیہی علاقوں اور قبائل میں ونی اس عورت کو کہا جاتا ہے جو قتل کے بدلے دو خاندانوں میں صلح کی خاطر جرگہ یا پنچائت کے ذریعے بطور جرمانہ مقتول قبیلے کو دی جاتی ہیں اور مقتول قبیلہ اسے بیاہ کر لے جاتا ہے اور اس سے نوکروں والا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔گھر کے ہر مشکل کام کھیتی باڑی، جانوروں کی دیکھ بھال، گھاس کاٹنا یہ سب ونی عورت ہی انجام دیتی ہے۔اس کے باوجود بھی ونی عورت سسرال میں عزت و برابری کا مقام حاصل نہیں کرپاتی، جب کبھی کسی عورت کو کالی کرنا پڑ جائے تو نظر انتخاب ونی عورت پر ہوتی ہے۔

شریعت اسلامیہ میں ونی ایک جاہلانہ اور ناجائز رسم ہے،اس میں خواتین بطور دیت مقتول قبیلے کو دی جاتی ہے جبکہ قرآن کریم میں دیت و

قصاص کے مکمل اور واضح احکام موجود ہیں۔

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مفتیان کرام لکھتے ہیں:

"برادری کے سردار یا کسی اور شخص کو حدود جاری کرنے کا حق نہیں، چاہے چار گواہ موجود ہوں یا نہ ہوں یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے، اسی طرح مجرم کو جسمانی سزا دینا یا بطور جرمانہ لڑکی دینے کو لازم کرنا یا مالی جرمانہ مقرر کرنا جائز نہیں۔"

جامعہ ستاریہ اہلحدیث مکتبہ فکر کراچی کے مفتیان کرام ونی کو سوءالاختیار پر محمول کرتے ہوئے اس حدیث پر انحصار کرتے ہیں۔

"عن خنساء بنت حذام الانصارية ان اباهازوجها وهى ثيب فكرهت ذلک فاتت رسول الله فرد نكاحه"[2]

اس حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ خنسا بنت حذام انصاریہ کا نکاح ان کے والد حذام نے ان کی مرضی کے خلاف طے کر دیا تو رسول اکرم ﷺ نے ان کے اس نکاح کو رد اور باطل قرار دے دیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خواتین کا استحصال کرتے ہوئے اسے بطور جرمانہ یا دیت ونی کی رسم کی بھینٹ چڑھائے۔

(۳) وٹے سٹے کا نکاح

وٹہ سٹہ یعنی نکاح شغار یہ دو لڑکیوں کے تبادلے کی صورت ہے جس میں مہر نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کی بہن سے نکاح کرے اور مہر کے بدلہ اپنی بہن اس کے نکاح میں دے۔ پاکستان کے دیہی علاقوں میں یہ نکاح عام ہے جس کا مقصد خاندان بنانے کی بجائے بدلہ لینا ہوتا ہے، اسی کے متعلق قاضی ثناءاللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

"یہ جبری شادیوں کی ایک قسم ہے جس میں عورتوں کے اپنی مرضی سے شادی کرنے کے حق کی بالکل بھی پروا نہیں کی جاتی، یہ رشتوں کا ایک ایسا تبادلہ ہوتا ہے جس میں عورتوں پر ایک زائد بوجھ ڈال کر انہیں مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ خود کو خاندان کے طے کردہ انتظامات شادی و بیاہ کے اندر ڈھالیں۔"[3]

وٹہ سٹہ کا نکاح اسلامی شریعت کے منافی ہے۔ اسلامی شریعت نکاح کے ذریعے خاندان کو مضبوط بنانے اور انسانوں کو پرسکون زندگی مہیا کرنا چاہتی ہے، اسی لیے طلاق کو مشروع کیا گیا۔ طلاق اگرچہ ابغض الحلال ہے لیکن مشروع بھی اسی لیے ہے کہ اگر گھریلو سکون میسر نہیں آتا تو آپس کی رضامندی سے علیحدہ ہو جائیں۔

ایک رپورٹ کے مطابق جیکب آباد میں دو بھائی بہنوں کی وٹہ سٹہ کی شادی طے پائی، شادی کے بعد لڑکی اپنے سسرال میں خوش تھی مگر اس کا بھائی اوباش آدمی تھا جس کی وجہ سے گھر میں آئے دن لڑائی جھگڑا رہتا۔ ایک روز اس نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس کا اثر اس کی بہن کے گھر پر پڑا۔ بالآخر مجبوراً اسے بھی اس رسم کے تحت طلاق ہوئی۔[4]

وٹہ سٹہ میں عموماً کسی ایک جوڑے کی رضامندی شامل نہیں ہوتی جسکی وجہ سے خاندان ٹوٹتے ہیں، اسلامی شریعت نے وٹہ سٹہ کو ممنوع قرار دیا ہے۔

(۴) وراثت سے محرومی

دیہی خواتین کے عائلی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ وراثت سے محرومی کا ہے۔دیہی علاقوں میں ورثہ وترکہ نہ دینے کی خاطر خواتین کی شادی قرآن سے کردیتے ہیں۔یہی نہیں اندرون سندھ میں تو یہ بھی روایت ہے کہ جو خواتین شوہر کے قبیلے کی نہ ہو اس کو صرف اس لیے ورثہ وترکہ نہیں ملتا کہ وہ دوسرے خاندان سے ہے۔اس کے علاوہ خواتین سے ان کا حصہ میراث معاف کروالیتے ہیں جو کہ سراسر اسلام مخالف اقدام ہے۔اسلام نے نہ صرف خواتین کو مرد کے مساوی درجہ دیا ہے بلکہ خواتین کو ان کا عائلی حق، حق وراثت مرد کی کمائی میں حصہ دار بنایا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين فإن كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وإن كانت واحدة فلها النصف[5]

ترجمہ: "اللہ تمہیں تمہاری اولاد کی میراث کے بارے میں حکم دیتا ہے۔مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے اور اگر دو سے زائد عورتیں ہی ہوں تو ان کے لیے دو تہائی حصہ اس مال کا ہے جو مورث چھوڑ گیا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے نصف حصہ ہے۔"

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اسلام نے خواتین کو ذلت وغلامی کی زندگی سے آزاد کرایا اور ظلم واستحصال سے نجات دلائی۔اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو خواتین اور انسانی وقار کے منافی تھیں اور اسے وراثت کا بھی حقدار ٹھہرایا۔

(۵) رسم جہیز

ہمارے معاشرے کا ایک بڑا مسئلہ رسم جہیز ہے، دیہی علاقوں میں بالخصوص اس کا رواج عام ہے۔باقاعدہ لڑکی والوں سے اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بارات کے تمام اخراجات مہمانوں کی بہتر خاطر تواضع کی ذمہ داری بھی لڑکی والوں پر ڈالی جاتی ہے۔والدین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہماری بیٹی زیادہ سے زیادہ سامان لے کر خاوند کے گھر جائے تاکہ اسے ساری زندگی سسرال کے طعنے نہ سننے پڑیں جبکہ اسلامی شریعت میں لڑکی اور اس کے گھر والوں پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔مرد کو گھر کا سربراہ اور قوام بنایا گیا ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم [6]

ترجمہ: "مرد عورتوں پر قوام ہیں اس بنا پر کہ وہ اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت جو جہیز عطا کیا وہ مثالی اور سادگی کا بہترین نمونہ تھا۔جیسے ہمارے معاشرے میں جہیز کے جواز کی صورت قرار دے دیا گیا۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر کفیل تھے اور ان کے پاس سوائے گھوڑے اور زرہ کے کچھ نہ تھا۔"

لما تزوج علي فاطمة قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطها شيئًا قال ما عندي شيء قال أين درعك الحطمية؟[7]

ترجمہ: "جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ کیا تو رسول ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا۔ تمہارے پاس حق مہر کے لیے کچھ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میرے پاس کچھ نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیری لوہے کی زرہ

کہاں ہے؟"

اس طرح آپ ﷺ نے لوہے کی زرہ کے بدلے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان سے کر دیا۔

(۶) پسند کی شادی

دیہی و قبائلی علاقوں میں ازدواجی رشتے قائم کرنے کے لیے نہ ہی کوئی معیار ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی انتخاب۔ بس ایک لڑکے کے لیے ایک لڑکی چاہیے اور زیادہ تر رشتے اپنے ہی خاندان اور برادری میں کیے جاتے ہیں۔ بسا اوقات رشتے بچپن میں ہی طے کر دیے جاتے ہیں۔ کبھی منگنی سے، کبھی چادر سر پر رکھنے سے تو کبھی نکاح بھی بچپن میں کر دیے جاتے ہیں۔

شاہد حسین رزاقی لکھتے ہیں:

"پاکستان کے بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ والدین اپنے بچوں کی منگنی یا تو پیدائش کے فوراً بعد کر دیتے ہیں یا اس وقت کرتے ہیں جب وہ بچے ہی ہوتے ہیں اور بچپن کی اس منگنی کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ بعض لوگ اس کو عزت کا مسئلہ تصور کرتے ہیں اور بچپن کی منگنی کو توڑنا نہایت برا سمجھتے ہیں۔ یہ بری رسم پنجاب اور سندھ میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ بچپن میں منگنی کرتے وقت لڑکے اور لڑکی کی عمر میں فرق کا بالکل لحاظ نہیں رکھا جاتا۔"[8]

دیہی علاقوں میں فیصلے تعصب اور مفاد پرستی کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں وہاں اپنی پسند سے شادی کرنے کی خواہش کرنا یا پھر اپنی پسند سے شادی کرنا سرکشی سمجھا جاتا ہے۔ ایسا کام کرنے والے شخص کی عزت و وقار کو غلیظ تصور کیا جاتا ہے۔

جبکہ اسلامی شریعت نے مرد و زن کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ اپنی پسند کی خاتون اور خاتون اپنی پسند کے مرد سے شادی کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء[9]

ترجمہ: "تم نکاح کرلو عورتوں میں جو تم کو پسند ہوں۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاتنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن[10]

ترجمہ: "ہر دیدہ عورت کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک کہ اس کا حکم نہ لے لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔"

(۷) گھریلو تشدد

دیہی خواتین کے عائلی مسائل میں ایک اہم مسئلہ گھریلو تشدد بھی ہے۔ عورت چونکہ کمزور ہوتی ہے لہٰذا اس پر ہونے والے تشدد کو کوئی تہذیبی

عوامل سے جانچا جاتا ہے جس کی وجہ مرد اور عورت کے مابین غیر منصفانہ حقوق کی تقسیم ہے، ان عوامل میں سماجی و معاشرتی طاقتیں عورت پر جنسی طور پر قابو پاکر مرد کی اجارہ داری کو قائم کرتے ہوئے عورت کے درجہ کو کم کرتی ہے۔

پاکستان میں ہر سال لاتعداد شادی شدہ خواتین کو گھریلو تشدد کر کے مارا جاتا ہے جن میں بیوی کو مارنا پیٹنا تشدد کی معمولی نوعیت ہے، یہ زیادہ تر دیہی اور غریب طبقہ کا المیہ ہے۔ خواتین اپنے گھر کو چلانے کے لیے ملازمت اور گھروں میں ماسیوں کا کام کرتی ہیں اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہیں۔ بدلہ میں شوہر ان کا ساتھ دینے کی بجائے کسی نہ کسی سبب ان سے مار پیٹ کرتا ہے۔ کبھی سسرالی رشتہ دار عموماً دیور، چچازاد بھائی لڑکی کو جنسی طور پر ہراساں کرتے ہیں جس کی وجہ سے خواتین مختلف نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتی ہیں اور نتیجتاً اُس کا اثر ان کی آنے والی نسلوں پر پڑتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ خواتین اپنے گھروں میں بھی محفوظ نہیں۔ کسی نہ کسی طرح اپنے ہی عزیز و اقارب کی رقابت اور تشدد کا نشانہ بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح خواتین کے جسمانی اعضا کا کاٹنا، بال مونڈھنا، تیزاب پھینکنا، چولہے سے جلائے جانے کے واقعات شامل ہیں۔ ان خواتین کو ان کے شوہر یا سسرالی رشتہ دار ہی جلاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اسٹوو پھٹ گیا تاکہ کیس نہ بن سکے۔

ہیومن رائٹس کمیشن اوقات پاکستان کی رپورٹ کے مطابق 143 کیس دائر کیے گئے جس میں خواتین کو جلایا گیا جبکہ 2008ء میں 138 کیس دائر کیے گئے جس میں 30 خواتین کو اسٹوو پھٹنے سے جلایا گیا۔

خواتین معاشرتی وسائل کی کمی اور ناتواں وجود کے سبب گھریلو تشدد کے واقعات سے گھبرا جاتی ہیں اور حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی بجائے اسی کو اپنا مقدر سمجھ لیتی ہیں۔

اقوام متحدہ نے خواتین پر تشدد کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا جزء کہا ہے۔ 1990ء میں گھریلو تشدد کے خلاف قرارداد پیش ہوئیں، 1993ء ویانہ کانفرنس، 1996 قاہرہ، 1995ء بیجنگ میں کانفرنسیں شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کی خواتین کے بارے میں غور و فکر کرنے والی کمیٹی کی کوششوں کے نتیجے میں کل 44 ممالک نے یہ قرار دادیں نہ صرف منظور کیں بلکہ ان پر عمل پیرا بھی ہیں۔ پارلیمانی کمیشن نے خواتین پر گھریلو تشدد کو ایک مجرمانہ فعل قرار دیا ہے۔[11]

اسلامی شریعت میں کہیں بھی خواتین پر دست درازی کرنے، بدسلوکی اور تشدد کا حکم یا جواز نہیں ملتا سوائے ایک صورت کے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن[12]

ترجمہ: "چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ اور انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو انہیں مار سکتے ہو۔"

(۸) کاروکاری/غیرت کے نام پر قتل

کاروکاری سندھی زبان کا لفظ ہے، کارو کا مطلب ہے "بدکردار مرد" اور کاری کا مطلب ہے "بدکردار عورت"۔[13]

عرف میں کارو ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس نے واقعتاً کسی عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کیے ہوں یا اس پر ناجائز تعلقات قائم کرنے کا الزام ہو، اسی طرح کاری اس عورت کو کہا جاتا ہے جس نے کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کیے ہوں یا اس پر کوئی الزام ہو۔
معروف قانون دان رشیدہ پٹیل اپنی کتاب "عورت بنام مرد" میں لفظ کارو کاری کے متعلق لکھتی ہیں:
"غیرت کے قتل کو سندھ میں کارو کاری، پنجاب میں کالا کالی، خیبر پختونخواہ میں تور، تورا اور بلوچستان میں سیاہ کاری کہا جاتا ہے، اسی جرم میں مجرم کو کارا اور مجرمہ عورت کو کاری کہا جاتا ہے۔"[14]
پاکستان کے دیہی علاقوں میں جب کوئی مرد کسی مرد و عورت کو قتل کر کے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ کام اس بنیاد پر کیا ہے کہ وہ عورت اور مرد جنسی بد فعلی کے مرتکب ہوئے ہیں تو پھر اسے قتل نہیں بلکہ "غیرت کے نام پر قتل/مارنا" کہا جاتا ہے جسے انگریزی میں "Honor Killing" کہا جاتا ہے۔
کارو کاری/قتل عزت کی تاریخ بہت پرانی ہے، اس کی ابتدا کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی نو آبادکاریوں کے شائع گزیٹر سے پتہ چلتا ہے کہ سلطنت کے مغربی علاقوں میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کی رسم اس تفصیلی ضابطہ غیرت کا ایک لازمی جز تھی جس نے قبائلی سماجی تعلقات کو باقاعدہ بنایا تھا بلوچوں میں زنا کاری یا سیاہ کاری کی انتہائی سخت سزا تھی سیاہ کاری کا فیصلہ کسی عورت کے لیے موت کا پروانہ تھا۔ بلوچ قانون کے مطابق زنا میں ملوث عورت خود کو پھانسی دے دیتی ہے جبکہ انگریزی قانون کے مطابق اس جرم میں پکڑے جانے کی صورت میں زانی عورت کو اس کے رشتے داروں کے ہاتھوں موت سے ہمکنار ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔[15]
کارو کاری ہمارے دیہی معاشرے کی خواتین کا ایک اہم مسئلہ ہے جہاں خواتین کو کبھی واقعتاً ناجائز تعلقات کی بنا پر اور کبھی صرف الزام کے سبب اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے جس کی وجہ دین سے دوری، تعلیم سے ناواقفیت، جرگہ سسٹم اور اگر یہ کہا جائے کہ وہاں جنگل کا سا قانون ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ اقوام متحدہ کو انسانی حقوق کی بابت ملنے والی اطلاعات کے مطابق غیرت کے نام پر ہونے والے قتل کے واقعات، بنگلہ دیش، برطانیہ، برازیل، پاکستان، مراکش، یوگنڈا میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ حالات و واقعات گواہ ہیں کہ کارو کاری ایک ایسی رسم ہے جس کا اسلامی غیرت سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ رسم اسلام کے ابدی اصولوں اور اس کی آفاقی تعلیمات کے بالکل برعکس ہے کیونکہ اسلام نے کسی انسان کو قتل کرنے پر جو کڑی شرائط عائد کی ہیں ان میں سے ایک شرط بھی کارو کاری کے نام پر قتل جیسے بہیمانہ رسم میں نہیں پائی جاتی۔
اسلامی شریعت میں کسی فرد کو بھی یہ اختیار نہیں دیا گیا سوائے ریاست اور عدالت کے کہ وہ زانی اور زانیہ کے خلاف کارروائی کرے۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق واضح احکام موجود ہیں۔
فرمان الٰہی ہے:
واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفاهن الموت أو

يجعل الله لهن سبيلا[16]

ترجمہ: "تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے آدمیوں میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو-" اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روک رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا کر لے جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ پیدا کردے۔

اگر عورت بدکاری کا ارتکاب کرے تو شروع میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اسے عمر بھر گھر میں مقید رکھا جائے اور ساتھ ہی یہ اشارہ دے دیا گیا تھا کہ بعد میں ان کے لیے کوئی اور سزا مقرر کی جائے گی "یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ پیدا کردے" کا یہی مطلب ہے چنانچہ سورہ نور میں مرد اور عورت دونوں کے لیے زنا کی سزا سو کوڑے مقرر کردی گئی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ پیدا کردیا ہے اور وہ یہ کہ غیر شادی شدہ مرد کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا-

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الزانية والزاني فاجلدوا كل واحدٍ منهما مئة جلدة [17]

ترجمہ: "زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو کوڑے لگاؤ-"

قرآن کریم نے مرد اور عورت پر ارتکاب زنا کی صورت میں یہ سزا مقرر فرمائی ہے جسے اصطلاح میں "حد زنا" کہا جاتا ہے- حضرت محمد ﷺ نے اپنے ارشادات اور اپنے عمل سے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ اگر ارتکاب زنا غیر شادی شدہ مرد اور عورت نے کیا ہو تو یہی سزا دی جائے گی اور اگر اس جرم کا ارتکاب کسی شادی شدہ مرد یا عورت نے کیا ہو تو اس کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے جس کی مثالیں آپ ﷺ کی زمانہ حیات طیبہ میں موجود ہیں۔

حضرت عمران بن حسین سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہ اس وقت زنا کی وجہ سے حاملہ تھی، اس نے عرض کی- اے اللہ کے نبی، میں نے ایسا فعل کیا ہے کہ میں حد کو پہنچ گئی ہوں لہٰذا آپ مجھ پر حد قائم فرمائیں- نبی ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور وضع حمل کے بعد میرے پاس لانا- اس نے ایسا ہی کیا تو نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے بدن کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیے جائیں پھر حکم دیا کہ اسے سنگسار کردیا جائے تو اسے رجم کردیا گیا-"[18]

زنا ایک گھناؤنا جرم ہے اسی لیے اس کی سزا بھی بڑی سخت رکھی گئی ہے، اسی طرح کسی بے گناہ پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کو بھی نہایت سنگین جرم قرار دیا گیا ہے اور اس پر بھی بڑی سخت سزا رکھی گئی ہے- جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة [19]

ترجمہ: "اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ-"

اسلامی شریعت نے جھوٹی تہمت لگانے والے پر حد جاری کرنے کا حکم صادر کیا گیا ہے جبکہ کاروکاری میں الزام لگانے والے کو کسی قسم کی

حدود و قیود کا پابند نہیں کیا جاتا ہے۔

مفتی تقی عثمانی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر بھی اسی کوڑوں کی سزا لاگو ہونی چاہیے تھی لیکن میاں بیوی کے تعلقات کی خصوصی نوعیت کی وجہ سے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک الگ خصوصی طریقہ کار مقرر فرمایا ہے جسے اصطلاح میں "لعان" کہا جاتا ہے۔"[20]

اسلامی شریعت میں بدکار مرد اور عورت کے لیے سزا و تعزیر کا مکمل قانون اور نظام موجود ہے جس پر عمل کرنے میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی منحصر ہے۔

خلاصہ کلام

ہر معاشرہ اور تہذیب کے عائلی مسائل تقریباً ایک ہی رہے ہیں کیونکہ دنیا میں ہر زمانہ میں عورت کو وہ مقام و حیثیت نہیں دی گئی جو اس کے مقابلہ میں مرد کو حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چونکہ معاشرہ اپنے ارتقائی دور، دیہات سے شہری معاشرہ کی طرف بڑھا ہے لیکن وہی مسائل جو دیہاتی معاشرہ میں تھے، تربیت اور دین سے دوری کی بنا پر باقی رہے اور شہری زندگی میں بھی عورت کا مقدر بنتے رہے۔ پاکستانی معاشرہ خواہ وہ دیہات ہو یا شہر عورت کے عائلی مسائل کے حوالے سے کسی بھی معاشرے سے جہالت اور انا پرستی میں کم نہیں۔ جب عائلی مسائل کے تناظر میں پاکستانی معاشرہ کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو وہی رسومات مثلاً قرآن سے شادی، ونی کی رسم، وٹے سٹے کا نکاح، رسم جہیز، پسند کی شادی، گھریلو تشدد، قتل غیرت اور وراثت سے محرومی وغیرہ بھی اس معاشرہ میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام جو کہ دین فطرت ہے، اس نے عورت کو جو مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے اس کو تسلیم کیا جائے۔

حوالہ جات

1. القرآن، سورۃ الروم، آیت ۲۱
2. محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، ج ۲، ص ۴۳۱
3. قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۹۸۰ء، ج ۸، ص ۲۶۲
4. روزنامہ امن جیکب آباد، ۲۲ ستمبر ۲۰۰۴ء
5. القرآن، سورۃ النساء، آیت ۱۱
6. القرآن، سورۃ النساء، آیت ۳۴
7. امام ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل فی امراتہ قبل ان ینقدھا شیئاً، ج ۲، ص ۲۴۰، حدیث نمبر ۲۱۲۵
8. شاہد حسین رزاقی، "پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج"، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۴۵۶
9. القرآن، سورۃ النساء آیت ۳

10. محمد بن اسماعیل بخاری، الصحیح بخاری، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۹۲، ج ۲، ص ۱۳۳
11. پارلیمانی کمیشن ۲۰۰۱ء
12. القرآن، سورۃ النساء، آیت ۳۴
13. سندھی اردو لغت، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۴
14. رشیدہ پٹیل، عورت بنام مرد، انجمن وکلا خواتین، ۲۰۰۴، ص ۱۶۲
15. مترجم افتخار محمود، "غیرت کا تاریک پہلو"، شرکت گاہ لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۶
16. القرآن، سورۃ النساء، آیت ۱۵
17. القرآن، سورۃ نور، آیت ۲
18. ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۹۹۸ء، ج ۱، ص ۳۹۷
19. القرآن، سورۃ نور، آیت ۴
20. مفتی محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ و قرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، فروری ۲۰۱۸ء، ص ۶۸۸